سورۃ التغابن

سورة التغابن مدنية وهي ثماني عشرة آية وفيها ركوعان

سورۃ تغابن مدینہ میں نازل ہوئی اور اس کی اٹھارہ آیتیں ہیں اور دو رکوع ،

بسم الله الرحمن الرحيم

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے ،

يسبح لله ما في السموت وما في الارض له الملك وله الحمد

پاکی بول رہا ہے اللہ کی جو کچھ ہے آسمانوں میں اور جو کچھ ہے زمین میں ، اسی کا راج ہے اور اسی کی تعریف ہے

وهو على كل شيء قدير ① هو الذي خلقكم فمنكم كافر و

اور وہی ہر چیز کر سکتا ہے ، وہی ہے جس نے تم کو بنایا پھر کوئی تم میں منکر ہے اور

منكم مؤمن والله بما تعملون بصير ② خلق السموت

کوئی تم میں ایماندار اور اللہ جو تم کرتے ہو دیکھتا ہے ، بنایا آسمانوں کو اور

والارض بالحق وصوركم فاحسن صوركم واليه المصير ③ يعلم ما في

زمین کو تدبیر سے اور صورت کھینچی تمہاری پھر اچھی بنائی تمہاری صورت اور اسی کی طرف سب کو پھر جانا ہے ، جانتا ہے جو کچھ

السموت والارض ويعلم ما تسرون وما تعلنون والله عليم

ہے آسمانوں میں اور زمین میں اور جانتا ہے جو تم چھپاتے ہو اور جو کھول کر کرتے ہو اور اللہ کو معلوم ہے

بذات الصدور ④ الم يأتكم نبؤا الذين كفروا من قبل ز

جیوں کی بات ، کیا پہنچی نہیں تم کو خبر اُن لوگوں کی جو منکر ہو چکے ہیں پہلے

فذاقوا وبال امرهم ولهم عذاب اليم ⑤ ذلك بانه كانت تاتيهم

پھر انہوں نے چکھی سزا اپنے کام کی اور اُن کو عذاب دردناک ہے ، یہ اس لئے کہ لاتے تھے اُن کے پاس

رسلهم بالبينت فقالوا ابشر يهدوننا فكفروا وتولوا واستغنى

اُن کے رسول نشانیاں پھر کہتے کیا آدمی ہم کو راہ سمجھائیں گے پھر منکر ہوئے اور منہ موڑ لیا اور اللہ نے

الله والله غني حميد ⑥ زعم الذين كفروا ان لن يبعثوا قل

بے پروائی کی اور اللہ بے پرواہ ہے سب تعریفوں والا ، دعویٰ کرتے ہیں منکر کہ ہرگز اُن کو کوئی نہ اُٹھائیگا ، تو کہہ کیوں

بلى وربي لتبعثن ثم لتنبؤن بما عملتم وذلك على الله يسير ⑦

نہیں قسم ہے میرے رب کی تم کو بیشک اُٹھانا ہے پھر تم کو جتلانا ہے جو کچھ تم نے کیا ، اور یہ اللہ پر آسان ہے ،

فامنوا بالله ورسوله والنور الذي انزلنا والله بما تعملون

سو ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر اور اس نور پر جو ہم نے اُتارا ، اور اللہ کو تمہارے سب کام

خبير ⑧ يوم يجمعكم ليوم الجمع ذلك يوم التغابن ومن

کی خبر ہے ، جس دن تم کو اکٹھا کریگا جمع ہونے کے دن وہ دن ہے ہار جیت کا ، اور جو کوئی

يؤمن بالله ويعمل صالحا يكفر عنه سياته ويدخله جنت

یقین لائے اللہ پر اور کرے کام بھلا اُتار دیگا اس پر سے اس کی بُرائیاں اور داخل کریگا اسکو باغوں

تجري من تحتها الانهر خلدين فيها ابدا ذلك الفوز

میں جن کے نیچے بہتی ہیں ندیاں رہا کریں اُن میں ہمیشہ ، یہی ہے بڑی مراد

العظيم ⑨ والذين كفروا وكذبوا بايتنا اولئك اصحب

ملنی ، اور جو لوگ منکر ہوئے اور جھٹلائیں انہوں نے ہماری آیتیں وہ لوگ ہیں دوزخ والے

النار خلدين فيها وبئس المصير ⑩

رہا کریں اسی میں ، اور بُری جگہ جا پہنچے ،

الربع ع ۱ ۱۰ ۱۵

خلاصہ تفسیر

سب چیزیں جو کچھ کہ آسمانوں میں ہیں اور جو کچھ کہ زمین میں ہیں اللہ کی پاکی (قالاً یا حالاً) بیان

کرتی ہیں اسی کی سلطنت ہے اور وہی تعریف کے لائق ہے اور وہ ہر شے پر قادر ہے (یہ تمہید اگلے بیان کی ہے کہ وہ ایسے صفاتِ کمال کے ساتھ متصف ہے تو اس کی اطاعت واجب اور معصیت قبیح ہے) وہی ہے جس نے تم کو پیدا کیا (جو مقتضی اس کا تھا کہ سب ایمان لاتے، سو باوجود اس کے بھی) تم میں بعضے کافر ہیں اور بعضے مومن ہیں، اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال (ایمانیہ وکفریہ) کو دیکھ رہا ہے (بس ہر ایک کے مناسب جزاء دے گا) اسی نے آسمانوں اور زمین کو ٹھیک طور پر (یعنی پُر حکمت و پُر منفعت) پیدا کیا اور تمہارا نقشہ بنایا سو عمدہ نقشہ بنایا (کیونکہ اعضاء انسانی کے برابر کسی حیوان کے اعضاء میں تناسب نہیں) اور اسکے پاس (سبکو) لوٹنا ہے (اور) وہ سب چیزوں کو جانتا ہے جو آسمانوں اور زمین میں ہیں اور سب چیزوں کو جانتا ہے جو تم پوشیدہ کرتے ہو اور جو علانیہ کرتے ہو اور اللہ تعالیٰ دلوں تک کی باتوں کو جاننے والا ہے، اور یہ تمام امور مقتضی اس کو ہیں کہ تم اس کی اطاعت کیا کرو اور علاوہ اُن مقتضیات کے) کیا تم کو ان لوگوں کی خبر نہیں پہنچی (کہ وہ خبر بھی پہنچنا بھی مقتضی وجوب اطاعت کو ہے) جنھوں نے (تم سے) پہلے کفر کیا، پھر انھوں نے اپنے (ان) اعمال کا وبال (دنیا میں بھی) چکھا اور (اس کے علاوہ آخرت میں بھی) ان کے لئے عذاب دردناک ہونے والا ہے یہ (وبال عاجل وعذاب آجل) اس سبب سے ہے کہ ان لوگوں کے پاس اُن کے پیغمبر دلائل واضح لے کر آئے تو ان لوگوں نے (ان رسولوں کی نسبت) کہا کہ کیا آدمی ہم کو ہدایت کریں گے (یعنی بشر کہیں پیغمبر یا ہادی ہو سکتا ہے) غرض انھوں نے کفر کیا اور اعراض کیا اور خدا نے (بھی ان کی کچھ) پروا نہ کی (بلکہ مقہور کر دیا) اور اللہ (سب سے) بے نیاز (اور) ستودہ صفات ہے (اس کو نہ کسی معصیت سے ضرر اور نہ کسی کی طاعت سے نفع، خود مطیع و عاصی ہی کا نفع اور ضرر ہے اور) یہ کافر (مضمون عذاب آخرت کا منکر جیسا کہ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ میں مذکور ہے) یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ ہرگز دوبارہ زندہ نہ کئے جاویں گے (جس کے بعد عذاب الیم کا وقوع بتلایا جاتا ہے) آپ کہہ دیجئے کہ کیوں نہیں؟ واللہ ضرور دوبارہ زندہ کئے جاؤ گے پھر جو کچھ تم نے کیا ہے تم سب کو جتلا دیا جاوے گا (اور اس پر سزا دی جاوے گی) اور یہ (بعث و جزاء) اللہ کو (بوجہ کمالِ قدرت) بالکل آسان ہے سو (جب یہ مقتضیات ایمان کے مجتمع ہیں تو تم کو چاہیے کہ) تم اللہ پر اور اس کے رسول پر اور اس نور پر (یعنی قرآن پر) جو کہ ہم نے نازل کیا ہے ایمان لاؤ اور اللہ تمہارے سب اعمال کی پوری خبر رکھتا ہے (اور اس دن کو یاد کرو) جس دن کہ تم سب کو اس جمع ہونے کے دن میں جمع کرے گا یہی دن ہے سود و زیاں (کے ظاہر ہونے) کا (یعنی مسلمانوں کا نفع اور کافروں کا نقصان اُس روز عملاً ظاہر ہو جاوے گا) اور (بیان اس کا یہ ہے کہ) جو شخص اللہ پر ایمان رکھتا ہوگا اور نیک کام کرتا ہوگا اللہ اس کے گناہ دور کر دیگا اور اس کو (جنت کے) ایسے باغوں میں داخل کریگا جن کے نیچے نہریں جاری ہونگی جنمیں ہمیشہ ہمیشہ کیلئے رہیں گے (اور) یہ بڑی کامیابی ہے اور جن لوگوں نے کفر کیا ہوگا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا ہوگا یہ لوگ دوزخی ہیں اس میں ہمیشہ رہیں گے اور وہ بُرا ٹھکانا ہے ۵

معارف و مسائل

خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَّمِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ ، یعنی اللہ تعالیٰ نے تم کو پیدا کیا پھر تم میں بعض کافر ہو گئے بعض مؤمن رہے، اس میں لفظ فَمِنْكُمْ کا حرف فا، جو تعقیب (یعنی ایک چیز کا دوسرے کے بعد ہونے) پر دلالت کرتا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ اوّل تخلیق و آفرینش میں کوئی کافر نہیں تھا، یہ کافر و مؤمن کی تقسیم بعد میں اس کسب و اختیار کے تابع ہوئی جو اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو بخشا ہے، اور اسی کسب و اختیار کی وجہ سے اس پر گناہ و ثواب عائد ہوتا ہے، ایک حدیث سے بھی اس مفہوم کی تائید ہوتی ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے كُلُّ مَوْلُوْدٍ يُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ فَاَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهٖ وَيُنَصِّرَانِهٖ (الحدیث) "یعنی ہر پیدا ہونے والا انسان فطرت سلیمہ پر پیدا ہوتا ہے (جس کا تقاضا مؤمن ہونا ہے، مگر پھر اس کے ماں باپ اسکو یہودی یا نصرانی وغیرہ بنا دیتے ہیں (قرطبی)

دو قومی نظریہ

قرآن حکیم نے اس جگہ انسان کو دو گروہوں میں تقسیم کیا ہے، کافر و مؤمن جس سے معلوم ہوا کہ اولاد آدم علیہ السلام سب ایک برادری ہے، اور دنیا کے پورے انسان اس برادری کے افراد ہیں، اس برادری کو قطع کرنے اور ایک الگ گروہ بنانے والی چیز صرف کفر ہے جو شخص کافر ہو گیا، اس نے انسانی برادری کا رشتہ توڑ دیا، اس طرح پوری دنیا میں انسانوں میں تحزب اور گروہ بندی صرف ایمان و کفر کی بنا پر ہو سکتی ہے، رنگ اور زبان، نسب و خاندان، وطن اور ملک میں سے کوئی چیز ایسی نہیں جو انسانی برادری کو مختلف گروہوں میں بانٹ دے، ایک باپ کی اولاد اگر مختلف شہروں میں بسنے لگے یا مختلف زبانیں بولنے لگے یا ان کے رنگ میں تفاوت ہو تو وہ الگ الگ گروہ نہیں ہو جاتے، اختلافِ رنگ و زبان اور وطن و ملک کے باوجود یہ سب آپس میں بھائی ہی ہوتے ہیں، کوئی سمجھدار انسان ان کو مختلف گروہ نہیں قرار دے سکتا۔

زمانۂ جاہلیت میں نسب اور قبائل کی تفریق کو قومیت اور گروہ بندی کی بنیاد بنا دیا گیا، اسی طرح ملک و وطن کی بنیاد پر کچھ گروہ بندی ہونے لگی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب بتوں کو توڑا، اور مسلمان خواہ کسی ملک اور کسی خطہ کا ہو کسی رنگ اور خاندان کا ہو کوئی زبان بولتا ہو ان سب کو ایک برادری قرار دیا بنصِ قرآن اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ (مؤمنین سب کے سب آپس میں بھائی بھائی ہیں)، اسی طرح کفار کسی ملک و قوم کے ہوں وہ اسلام کی نظر میں ملّتِ واحدہ ہیں یعنی ایک قوم ہیں۔

قرآن کریم کی مذکورۃ الصدر آیت بھی اس پر شاہد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کل بنی آدم کو صرف کافر و مؤمن دو گروہوں میں تقسیم فرمایا، اختلاف رنگ و زبان کو قرآن کریم نے اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کی نشانی

اور انسان کے لئے بہت سے معاشی فوائد پر مشتمل ہونے کی بناء پر ایک عظیم نعمت تو قرار دیا ہے مگر اس کو بنی آدم میں گروہ بندی کا ذریعہ بنانے کی اجازت نہیں دی۔

اور ایمان و کفر کی بناء پر دو قوموں کی تقسیم یہ ایک امر اختیاری پر مبنی ہے، کیونکہ ایمان بھی اختیاری امر ہے اور کفر بھی، اگر کوئی شخص ایک قومیت چھوڑ کر دوسری میں شامل ہونا چاہے، تو بڑی آسانی سے اپنے عقائد بدل کر دوسرے میں شامل ہو سکتا ہے، بخلاف نسب و خاندان، رنگ اور زبان اور ملک و وطن کے کہ کسی انسان کے اختیار میں نہیں کہ اپنا نسب بدل دے یا رنگ بدل دے، زبان اور وطن اگرچہ بدلے جا سکتے ہیں مگر زبان و وطن کی بنیاد پر بننے والی قومیں دوسروں کو عادةً اپنے اندر جذب کرنے پر کبھی آمادہ نہیں ہوتیں خواہ اُن کی ہی زبان بولنے لگے اور اُن کے وطن میں آباد ہو جائے۔

یہی وہ اسلامی برادری اور ایمانی اخوت تھی جس نے تھوڑے ہی عرصہ میں مشرق و مغرب، جنوب و شمال کالے گورے، عرب عجم کے بے شمار افراد کو ایک لڑی میں پرو دیا تھا، جس کی قوت و طاقت کا مقابلہ دنیا کی قومیں نہ کر سکیں، تو انھوں نے پھر اُن بتوں کو زندہ کیا، جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام نے پاش پاش کر دیا تھا، مسلمانوں کی عظیم ترین ملّتِ واحدہ کو ملک و وطن اور زبان اور رنگ اور نسب اور خاندان کے مختلف ٹکڑوں میں تقسیم کر کے ان کو باہم ٹکرا دیا، اس طرح دشمنانِ اسلام کی یلغار کے لئے میدان صاف ہو گیا، جس کا نتیجہ آنکھیں آج دیکھ رہی ہیں کہ مشرق و مغرب کے مسلمان جو ایک قوم ایک دل تھے اب چھوٹے چھوٹے گروہوں میں منحصر ہو کر ایک دوسرے سے برسرِ پیکار ہیں، اور اُن کے مقابلہ پر کفر کی طاغوتی قوتیں باہمی اختلاف رکھنے کے باوجود مسلمانوں کے مقابلہ میں ملّتِ واحدہ ہی معلوم ہوتی ہیں۔

وَصَوَّرَكُمْ فَأَحْسَنَ صُوَرَكُمْ، (اس نے تمہاری صورت بنائی پھر تمہاری صورتوں کو بہتر بنایا) صورت گری درحقیقت خالقِ کائنات کی مخصوص صفت ہے، اسی لئے اسماءِ الٰہیہ میں اللہ تعالیٰ کا نام مصوّر آیا ہے، اور غور کرو کہ کائنات میں کتنی اجناس مختلف ہیں اور ہر جنس میں کتنی انواعِ مختلفہ، ہر نوع میں اصنافِ مختلفہ اور ہر صنف میں لاکھوں کروڑوں افراد مختلف پائے جاتے ہیں، ایک کی صورت دوسرے سے نہیں ملتی، ایک نوعِ انسانی میں ملکوں اور خطّوں کے اختلاف سے نسلوں اور قوموں کے اختلاف سے شکل و صورت میں کھُلے ہوئے امتیازات، پھر ان میں ہر فرد کی شکل و صورت کا دوسرے سب سے ممتاز ہونا ایک ایسی حیرت انگیز صنعت و صورت گری ہے کہ عقل حیران رہ جاتی ہے، انسانی چہرہ جو چھ سات مربع انچ سے زیادہ نہیں اربوں پدموں انسانوں میں ایک ہی طرح کا چہرہ ہونے کے باوجود ایک کی صورت بالکلیہ دوسرے سے نہیں ملتی کہ پہچاننا دشوار ہو جائے، آیت مذکورہ میں ایک نعمت صورت گری ہوا اس کا ذکر فرمایا اس کے بعد فرمایا فَأَحْسَنَ صُوَرَكُمْ، یعنی شکل انسانی کو ہم نے تمام کائنات و مخلوقات

۳۰ کی صورتوں سے زیادہ حسین اور بہتر بنایا ہے، کوئی انسان اپنی جماعت میں کتنا ہی بدشکل بدصورت سمجھا جاتا ہو مگر باقی تمام حیوانات وغیرہ کے اشکال کے اعتبار سے وہ بھی حسین ہے، فتبارک اللہ احسن الخالقین۔

فَقَالُوا أَبَشَرٌ يَهْدُونَنَا، لفظ بشر اگرچہ مفرد ہے مگر معنی میں جمع کے ہے، اس لئے یَہْدُوْنَ جمع کا لفظ اس کے لئے استعمال فرمایا گیا، بشریت کو نبوّت و رسالت کے منافی سمجھنا سبھی کفار کا خیال باطل تھا جس پر قرآن میں جا بجا رَد کیا گیا ہے، افسوس ہے کہ اب مسلمانوں میں بھی بعض لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت کے منکر پائے جاتے ہیں، انھیں سوچنا چاہئے کہ وہ کدھر جا رہے ہیں، بشر ہونا نہ نبوّت کے منافی ہے نہ رسالت کے بلند مقام کے منافی ہے، اور نہ رسول کے نور ہونے کے منافی ہے، وہ نور بھی ہیں بشر بھی ان کے نور کو چراغ اور آفتاب و ماہتاب کے نور پر قیاس کرنا غلطی ہے۔

فَآمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَالنُّورِ الَّذِي أَنْزَلْنَا (تو ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر اور اس نور پر جو ہم نے نازل کیا ہے)، نور سے مراد اس جگہ قرآن ہے، کیونکہ نور کی حقیقت یہ ہے کہ وہ خود بھی ظاہر اور روشن ہو اور دوسری چیزوں کو بھی ظاہر و روشن کر دے، قرآن کا اپنے اعجاز کی وجہ سے خود روشن اور ظاہر ہونا کھلی بات ہے اور اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کے راضی ہونے اور ناراض ہونے کے اسباب اور احکام و شرائع اور تمام حقائقِ عالم آخرت جن کے جاننے کی انسان کو ضرورت ہے وہ روشن ہو جاتے ہیں۔

قیامت کو یوم تغابن کہنے کی وجہ

يَوْمَ يَجْمَعُكُمْ لِيَوْمِ الْجَمْعِ ذَٰلِكَ يَوْمُ التَّغَابُنِ، جس روز تم کو اللہ تعالیٰ جمع کرے گا جمع کرنے کے دن میں، یہ دن ہو گا تغابن کا یعنی خسارہ کا، یوم الجمع اور یوم التغابن دونوں قیامت کے نام ہیں، یوم الجمع ہونا اس دن کا تو ظاہر ہے کہ تمام مخلوق اوّلین و آخرین کو اس روز حساب کتاب اور جزاء و سزاء کے لئے جمع کیا جائے گا، اور یوم التغابن اس لئے کہ تغابن غبن سے مشتق ہے جس کے معنی خسارے اور نقصان کے ہیں، مالی نقصان اور خسارہ کو بھی غبن کہا جاتا ہے، اور رائے اور عقل کے نقصان کو بھی، امام راغب اصفہانی نے مفردات القرآن میں فرمایا کہ مالی خسارے کے لئے یہ لفظ بصیغۂ مجہول غُبِنَ فُلَانٌ فَهُوَ مَغْبُوْنٌ استعمال کیا جاتا ہے، اور عقل و رائے کے نقصان کے لئے باب سمع سے غَبِنَ استعمال کیا جاتا ہے، لفظ تغابن اصل کے اعتبار سے دو طرفہ کام کے لئے بولا جاتا ہے، کہ ایک آدمی دوسرے کو اور دوسرا اس کو نقصان پہونچائے، یا اس کے نقصان و خسارہ کو ظاہر کرے، یہاں مراد یک طرفہ اظہارِ غبن ہے، جیسا کہ یک طرفہ استعمال بھی اس لفظ کا معروف و مشہور ہے، قیامت کو یوم تغابن کہنے کی وجہ یہ ہے کہ احادیث صحیحہ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کے لئے آخرت میں دو گھر پیدا کئے ہیں، ایک جہنم میں دوسرا جنّت میں، اہلِ جنّت کو جنّت میں داخل کرنے سے پہلے اُن کا وہ مقام بھی دکھلایا جائے گا، جو ایمان اور عمل نہ ہونے کی صورت میں اس کے لئے مقرر تھا تاکہ اس کو دیکھنے کے بعد جنّت کے مقام کی اور زیادہ قدر اس کے دل میں پیدا ہو، اور اللہ تعالیٰ کا مزید شکر گذار ہو، اسی طرح اہل جہنم کو جہنم میں داخل کرنے سے

پہلے اُن کا جنت کا وہ مقام دکھلایا جائے گا جو ایمان اور عمل صالح کی صورت میں اُن کے لئے مقرر تھا تاکہ اُن کو اور زیادہ حسرت ہو، ان روایات میں یہ بھی ہے کہ پھر جنت میں جو مقامات اہلِ جہنم کے تھے وہ بھی اہلِ جنت کو مل جائیں گے، اور جہنم میں جو مقامات اہلِ جنت کے تھے وہ بھی اہلِ جہنم کے حصہ میں آجائیں گے، یہ روایات حدیث صحیحین اور دوسری کتب حدیث میں مختلف الفاظ سے مفصل آئی ہیں، اس وقت جبکہ کفار فجار اور اشقیاء کے جنتی مقامات بھی اہلِ جنت کے قبضہ میں آئیں گے، تو ان کو اپنے غبن اور خسارے کا احساس ہوگا کہ کیا چھوڑا اور کیا پایا۔

صحیح مسلم اور ترمذی وغیرہ میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے سوال فرمایا کہ تم جانتے ہو مفلس کون شخص ہے؟ صحابہ نے عرض کیا کہ جس شخص کے پاس مال متاع نہ ہو، اس کو مفلس سمجھتے ہیں، آپؐ نے فرمایا کہ میری اُمت کا مفلس وہ شخص ہے جو قیامت میں اپنے اعمالِ صالحہ نماز، روزہ، زکوٰۃ وغیرہ کا ذخیرہ لے کر آئے گا مگر اس کا حال یہ ہوگا کہ دنیا میں کسی کو گالی دی، کسی پر بہتان باندھا، کسی کو مارا یا قتل کیا، کسی کا مال ناحق لے لیا، تو یہ سب جمع ہوں گے اور اپنے حقوق کا مطالبہ کریں گے کوئی اس کی نماز لے جائے گا، کوئی روزہ، کوئی زکوٰۃ اور دوسری حسنات، اور جب حسنات ختم ہوجائیں گی تو مظلوموں کے گناہ اس ظالم پر ڈال کر بدلہ چکایا جائے گا، جس کا انجام یہ ہوگا کہ یہ جہنم میں ڈال دیا جائیگا۔

اور صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کے ذمہ کسی کا کوئی حق ہو اس کو چاہئے کہ دنیا ہی میں اس کو ادا یا معاف کرا کر سبکدوش ہوجائے، ورنہ قیامت کے دن درہم و دینار تو ہوں گے نہیں جس کا مطالبہ ہوگا اس کو اس شخص کے اعمالِ صالحہ دے کر بدلہ چکایا جائے گا، اعمالِ صالحہ ختم ہوجائیں گے تو بقدر اس کے حق کے مظلوم کا گناہ اس پر ڈال دیا جائے گا (مظہری)

حضرت ابن عباسؓ اور دوسرے ائمہ تفسیر نے قیامت کو یوم التغابن کہنے کی یہی وجہ بیان کی ہے، اور بہت سے ائمہ تفسیر نے فرمایا کہ اُس دن غبن اور خسارے کا احساس صرف کفار فجار اور اشقیاء ہی کو نہیں بلکہ صالحین مؤمنین کو بھی اس طرح ہوگا کہ کاش ہم عمل اور زیادہ کرتے تاکہ جنت کے مزید درجات حاصل کرتے، اس روز ہر شخص کو اپنی عمر کے اوقات پر حسرت ہوگی، جو فضول ضائع کئے، جیسا کہ حدیث میں ہے:-

مَنْ جَلَسَ مَجْلِسًا لَمْ يَذْكُرِ اللّٰهَ فِيْهِ كَانَ عَلَيْهِ تِرَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ،

"جو شخص کسی مجلس میں بیٹھا اور پوری مجلس میں اللہ کا ذکر نہ کیا تو یہ مجلس قیامت کے روز اس کے لئے حسرت بنے گی"

قرطبی میں ہے کہ ہر مؤمن بھی اس روز احسان عمل میں اپنی کوتاہی پر اپنے غبن و خسارہ کا احساس کریگا قیامت کا نام یوم تغابن رکھنا ایسا ہی ہے جیسا کہ سورۂ مریم میں اس کا نام یوم الحسرۃ آیا ہے۔

وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ اِذْ قُضِيَ الْاَمْرُ، روح المعانی میں اس آیت کی تفسیر یہ لکھی ہے کہ اس روز ظالم اور بدعمل لوگ اپنی تقصیرات پر حسرت کریں گے، اور مؤمنین صالحین نے بھی جو احسانِ عمل میں کوتاہی کی ہے اس پر اُن کو حسرت ہوگی، اس طرح قیامت کے روز سبھی اپنی اپنی کوتاہی پر نادم اور عمل کی کمی پر غبن و خسارہ کا احساس کریں گے، اس لئے اس کو یوم التغابن کہا گیا۔

مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَمَنْ يُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ يَهْدِ قَلْبَهٗ ۭ

نہیں پہنچتی کوئی تکلیف بدون حکم اللہ کے اور جو کوئی یقین لائے اللہ پر وہ راہ بتلائے اس کے دل کو

وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ⑪ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ

اور اللہ کو ہر چیز معلوم ہے، اور حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا پھر اگر تم منہ موڑ و

فَاِنَّمَا عَلٰي رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ⑫ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ وَعَلَي اللّٰهِ

تو ہمارے رسول کا تو یہی کام ہے پہنچا دینا کھول کر، اللہ اس کے سوا کسی کی بندگی نہیں اور اللہ پر

فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ⑬ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَ

چاہئے بھروسہ کریں ایمان والے، اے ایمان والو تمہاری بعض جورویں اور

اَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ ۚ وَاِنْ تَعْفُوْا وَتَصْفَحُوْا وَتَغْفِرُوْا

اولاد دشمن ہیں تمہارے سو اُن سے بچتے رہو اور اگر معاف کرو اور درگذر کرو اور بخشو

فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ⑭ اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۭ وَاللّٰهُ

تو اللہ ہے بخشنے والا مہربان، تمہارے مال اور تمہاری اولاد یہی ہیں جانچنے کو اور اللہ

عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ⑮ فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَاسْمَعُوْا وَاَطِيْعُوْا وَ

جو ہے اس کے پاس ہے ثواب بڑا، سو ڈرو اللہ سے جہاں تک ہو سکے اور سنو اور مانو اور

اَنْفِقُوْا خَيْرًا لِّاَنْفُسِكُمْ ۭ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ

خرچ کرو اپنے بھلے کو اور جس کو بچا دیا اپنے جی کے لالچ سے سو وہ لوگ وہی

الْمُفْلِحُوْنَ ⑯ اِنْ تُقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعِفْهُ لَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۭ

مراد کو پہنچے، اگر قرض دو اللہ کو اچھی طرح پر قرض دینا وہ دونا کر دے تم کو اور تم کو بخشے

ع ۲ ۱۶ وَاللّٰهُ شَكُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿۱۷﴾ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۱۸﴾

اور اللہ قدردان ہے تحمل والا، جاننے والا پوشیدہ اور ظاہر کا زبردست حکمت والا ۔

خلاصۂ تفسیر

(جس طرح کفر آخرت کی فلاح سے کلیۃً مانع ہے اسی طرح اموال و اولاد اور بیوی وغیرہ میں مشغول ہو کر خدائے تعالیٰ کے احکام میں کوتاہی کرنا بھی ایک درجہ میں فلاحِ آخرت سے مانع ہو اس لئے مصیبت میں تو یہ سمجھنا چاہئے کہ) کوئی مصیبت بدون خدا کے حکم کے نہیں آتی (اور یہ سمجھ کر صبر و رضا اختیار کرنا چاہئے) اور جو شخص اللہ پر (پورا) ایمان رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے قلب کو (صبر و رضا کی) راہ دکھا دیتا ہے اور اللہ ہر چیز کو خوب جانتا ہے (کہ کس نے صبر و رضا اختیار کیا اور کس نے نہیں کیا، اور ہر ایک کو حسب حکمت جزاء و سزا دیتا ہے) اور (خلاصۂ کلام یہ ہے کہ ہر امر میں جس میں مصائب بھی داخل ہیں) اللہ کا کہنا مانو اور رسول کا کہنا مانو اور اگر تم (اطاعت سے) اعراض کرو گے تو (یاد رکھو کہ) ہمارے رسول کے ذمہ صرف صاف صاف پہنچا دینا ہے (جس کو وہ باحسن وجوہ کر چکے ہیں، اس لئے ان کا تو کوئی ضرر نہیں تمہارا ہی ضرر ہوگا، اور چونکہ اللہ کو ضرر ہونے کا احتمال ہی نہیں، اس لئے اس کو یہاں بیان نہیں کیا اور تم لوگوں کو اور خصوص اہل مصیبت کو یوں سمجھنا چاہئے کہ) اللہ کے سوا کوئی معبود (بننے کے قابل) نہیں اور مسلمانوں کو اللہ ہی پر (اصحاب وغیرہ میں) توکل رکھنا چاہئے۔ اے ایمان والو (جیسا مصیبت میں تم کو صبر و رضا کا حکم کیا گیا ہے اسی طرح نعمت کے بارے میں تم کو منہمک نہ ہونے کا حکم کیا جاتا ہے پس نعمت کے بارے میں یوں سمجھنا چاہئے کہ) تمہاری بعض بیبیاں اور اولاد تمہارے (دین کے) دشمن ہیں (جبکہ وہ اپنے نفع دنیوی کے واسطے تم کو ایسی بات کا حکم کریں جو تمہارے لئے مضر آخرت ہو) سو تم ان سے (یعنی ایسوں سے) ہوشیار رہو (اور ان کے ایسے امر پر عمل مت کرو) اور اگر (تم کو ایسی فرمائشوں پر غصہ آئے اور تم ان پر تشدد کرنے لگو اور وہ اس وقت معذرت اور توبہ کریں اور) تم (اس وقت اُن کی وہ خطا) معاف کر دو (یعنی سزا نہ دو) اور درگذر کر جاؤ (یعنی زیادہ ملامت نہ کرو) اور بخشدو (یعنی اس کو دل سے اور زبان سے بھلا دو) تو اللہ تعالیٰ (تمہارے گناہوں کا) بخشنے والا، (اور تمہارے حال پر) رحم کرنے والا ہے (اس میں ترغیب ہے عفو کی اور یہ بعض اوقات واجب ہے، جبکہ عقوبت سے احتمال غالب بے باکی کا ہو، اور بعض اوقات مستحب ہے، آگے اولاد کے ساتھ اموال کے متعلق بھی اسی قسم کا مضمون ہے کہ) تمہارے اموال اور اولاد بس تمہارے لئے ایک آزمائش کی چیز ہے (کہ دیکھیں کون ان میں پڑ کر خدا کے احکام کو بھول جاتا ہے اور کون یاد رکھتا ہے) اور (جو شخص ان میں پڑ کر اللہ کو یاد رکھے گا تو) اللہ کے پاس (اس کے لئے) بڑا اجر ہے تو ان سب باتوں کو سن کر) جہاں تک تم سے ہو سکے اللہ سے ڈرتے رہو اور (اس کے احکام) سنو اور مانو اور (بالخصوص مواقع حکم میں) خرچ (بھی) کیا کرو یہ تمہارے لئے بہتر ہوگا (غالباً اس کی تخصیص اس لئے ہے کہ یہ نفس پر زیادہ شاق ہے) اور جو

شخص نفسانی حرص سے محفوظ رہا ایسے ہی لوگ (آخرت میں) فلاح پانے والے ہیں (آگے اس کے بہتر اور موجب فلاح ہونے کا بیان ہے کہ) اگر تم اللہ کو اچھی طرح (خلوص کے ساتھ) قرض دو گے تو وہ اس کو تمہارے لئے بڑھاتا چلا جائے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا، اور اللہ بڑا قدردان ہے (کہ عمل صالح کو قبول فرماتا ہے اور) بڑا بردبار ہے (کہ عمل معصیت پر فی الفور مواخذہ نہیں فرماتا اور) پوشیدہ اور ظاہر (اعمال) کا جاننے والا ہے (اور) زبردست ہے (اور) حکمت والا ہے (شکورٌ سے حکیمٌ تک تمام مضامین سورت کے لئے بمنزلہ علت کے ہیں کہ سب مضامین اُن پر مرتب و متفرع ہو سکتے ہیں)

معارف و مسائل

مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَمَنْ يُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ يَهْدِ قَلْبَهٗ "یعنی کسی کو کوئی مصیبت اللہ کے اذن کے بغیر نہیں پہونچی اور جو شخص اللہ پر ایمان لاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے قلب کو ہدایت فرما دیتا ہے"، مطلب یہ ہے کہ یہ امر تو اپنی جگہ ایک یقینی حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اذن و مشیت کے بغیر کہیں کوئی ذرہ بھی نہیں ہل سکتا، اللہ کے اذن کے بغیر نہ کوئی کسی کو نقصان و تکلیف پہونچا سکتا ہے نہ نفع اور راحت، مگر جس شخص کا اللہ پر اور اس کی تقدیر پر ایمان نہیں ہوتا مصیبت کے وقت اُس کے لئے قرار و سکون کا کوئی سامان نہیں ہوتا، وہ ازالۂ مصیبت کے لئے ہاتھ پَیر مارتا رہتا ہے، بخلاف مؤمن کے جس کا تقدیر الٰہی پر ایمان ہے اللہ تعالیٰ اس کے قلب کو اس پر مطمئن کر دیتا ہے کہ جو کچھ ہوا اللہ تعالیٰ کے اذن و مشیت سے ہوا، جو کچھ مصیبت مجھے پہونچی وہ پہنچنی ہی تھی اس کو کوئی ٹلا نہیں سکتا، اور جس مصیبت سے نجات ہوئی وہ نجات ہونا ہی تھی، کسی کی مجال نہیں جو اس مصیبت کو مجھ پر ڈال دے، اس ایمان و اعتقاد کے نتیجہ میں اس کو آخرت کے ثواب کا وعدہ بھی سامنے ہوتا ہے جس سے دنیا کی بڑی سے بڑی مصیبت آسان ہو جاتی ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ ۚ "یعنی اے مسلمانو! تمہاری بعض بیبیاں اور اولاد تمہارے دشمن ہیں، اُن کے شر سے بچتے رہو"۔

ترمذی و حاکم وغیرہ نے بسند صحیح حضرت ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے کہ یہ آیت ان مسلمانوں کے بارے میں نازل ہوئی جو ہجرتِ مدینہ کے بعد مکہ مکرمہ میں داخلِ اسلام ہوئے، اور ارادہ کیا کہ ہجرت کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو جائیں، مگر ان کے اہل و عیال نے ان کو نہ چھوڑا کہ ہجرت کر کے چلے جائیں۔ (روح)

(اور یہ زمانہ وہ تھا کہ مکہ سے ہجرت کرنا ہر مسلمان پر فرض تھا) قرآن کریم کی آیت مذکورہ میں ایسی بیوی اور اولاد کو انسان کا دشمن قرار دیا، اور ان کے شر سے بچتے رہنے کی تاکید فرمائی، کیونکہ

اس سے بڑا دشمن انسان کا کون ہو سکتا ہے جو اس کو ہمیشہ ہمیشہ کے عذاب اور جہنم کی آگ میں مبتلا کر دے۔

اور حضرت عطاء بن ابی رباح کی روایت یہ ہے کہ یہ آیت عوف بن مالک اشجعی کے بارے میں نازل ہوئی، جن کا واقعہ یہ تھا کہ یہ مدینہ میں موجود تھے، اور جب کسی غزوہ و جہاد کا موقع آتا تو جہاد کے لئے جانے کا ارادہ کرتے تھے مگر ان کے بیوی بچے فریاد کرنے لگتے کہ ہمیں کس پر چھوڑ کر جاتے ہو، یہ اُن کی فریاد سے متاثر ہو کر رُک جاتے تھے (روح، ابن کثیر)

ان دونوں روایتوں میں کوئی تضاد نہیں، دونوں ہی آیت کا سبب نزول ہو سکتے ہیں، کیونکہ اللہ کا فرض خواہ ہجرت ہو یا جہاد جو بیوی اور اولاد فرض کی ادائیگی میں مانع ہوں وہ اس کی دشمن ہیں،

وَاِنْ تَعْفُوْا وَتَصْفَحُوْا وَتَغْفِرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ، سابقہ آیت میں جن کے بیوی بچوں کو دشمن قرار دیا ہے اُن کو جب اپنی غلطی پر تنبّہ ہوا تو ارادہ کیا کہ آئندہ اپنے اہل و عیال کے ساتھ سختی اور تشدد کا معاملہ کریں گے، اس پر آیت کے اس حصہ میں یہ ارشاد نازل ہوا کہ اگرچہ ان بیوی بچوں نے تمہارے لئے دشمن کا سا کام کیا کہ تمہیں ادائے فرض سے مانع ہوئے، مگر اس کے باوجود ان کے ساتھ تشدد اور بے رحمی کا معاملہ نہ کرو بلکہ عفو و درگذر اور معافی کا برتاؤ کرو تو یہ تمہارے لئے بہتر ہے، کیونکہ اللہ جل شانہٗ کی عادت بھی مغفرت و رحمت کی ہے۔

گناہگار بیوی بچوں سے بیزاری اور بغض نہیں چاہئے

مسئلہ، علماء نے اس آیت سے استدلال کیا کہ اہل و عیال سے کوئی کام خلاف شرع بھی ہو جائے تو اُن سے بیزار ہو جانا اور اُن سے بغض رکھنا یا اُن کے لئے بددعا کرنا مناسب نہیں (روح)

اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ، فتنہ کے معنی ابتلاء اور امتحان کے ہیں، مراد آیت کی یہ ہے کہ مال و اولاد کے ذریعہ اللہ تعالیٰ انسان کی آزمائش کرتا ہے کہ اُن کی محبت میں مبتلا ہو کر احکام و فرائض سے غفلت کرتا ہے، یا محبت کو اپنی حد میں رکھ کر اپنے فرائض سے غافل نہیں ہوتا،

مال و اولاد انسان کے لئے بڑا فتنہ ہیں،

حقیقت یہ ہے کہ مال و اولاد کی محبت انسان کے لئے بڑا فتنہ اور آزمائش ہیں، انسان اکثر گناہوں میں خصوصاً حرام کمائی میں اسی کی محبت کی وجہ سے مبتلا ہوتا ہے،

ایک حدیث میں ہے کہ قیامت کے روز بعض اشخاص کو لایا جائے گا اُس کو دیکھ کر لوگ کہیں گے:

اَکَلَ عِیَالُہٗ حَسَنَاتِہٖ "یعنی اُس کی نیکیوں کو اس کے عیال نے کھا لیا"۔ (روح) ایک حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اولاد کے بارے میں فرمایا مَبْخَلَةٌ مَجْبَنَةٌ "یعنی یہ بخل اور جبن یعنی نامردی اور کمزوری کے اسباب ہیں" کہ ان کی محبت کی وجہ سے آدمی اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے سے رُکتا ہے، انہی کی محبت کی وجہ سے جہاد میں شرکت سے رہ جاتا ہے، بعض سلف صالحین کا قول ہے اَلْعِیَالُ سُوْسُ الطَّاعَاتِ "یعنی عیال انسان کی نیکیوں کے لئے گھن ہے" جیسا گھن غلّہ کو کھا جاتا ہے یہ اس کی نیکیوں کو

کھا جاتے ہیں"۔

فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ "یعنی تقویٰ اختیار کرو مقدور بھر" جب آیت اِتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ نازل ہوئی جس کے معنی یہ ہیں کہ "اللہ سے ایسا تقویٰ اختیار کرو جیسا کہ اللہ کا حق ہے" تو صحابہ کرامؓ پر بہت بھاری اور شاق ہوا، کہ اللہ کے حق کے مطابق تقویٰ کس کے بس میں ہے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس نے بتلا دیا کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس کی طاقت اور مقدور سے زیادہ تکلیف نہیں دی، تقویٰ بھی اپنی طاقت کے مطابق واجب ہے، مقصد یہ ہے کہ حصولِ تقویٰ میں اپنی پوری توانائی اور کوشش کرے تو اس سے اللہ کا حق ادا ہو جائے گا (روح ملخصاً)

تَمَّتْ سُوْرَةُ التَّغَابُنِ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ